معاشرتی جرائم کے اسباب: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا ممکنہ تدارک

Causes of Social Crimes and their Potential Remedy in the Light of Islamic Teachings

*ڈاکٹر عبدالقدوس

**قسمت اللہ خان

Abstract

Today in the world, the human beings are crunch in crimes in developed society or in undeveloped society. As a result the whole world has become insecure and unsafe. A society and nation can perish and drowned due to its cruelty and crimes. The Muslim society is also being victims of such crimes. According to the scholars the basic reason of this issue is illiteracy and get for away from Islamic teachings while fearless from God and from the Day of Judgment, social injustice, instability, destabilization, disunity and dis-integrity, away from knowledge, negative role of media and impatience tolerance are also considered as major factors.

The scholars and reformers are suggested to control the crimes through laydown of justice or establishment of Courts and spread of knowledge, bring awareness among the peoples, establishment of educational institutes in a society.

In this article it has been point out the major causes of social crimes and their potential remedy in the light of Qur'an and Sunnah.

Keywords: Social Crimes, Qur'an, Hadith, Society, Injustice, Courts

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

**ایم فل اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و تحقیق، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

معاشرہ1، عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہے مل جل کر زندگی بسر کرنا،اصطلاح میں اس سے مراد لوگوں کا وہ گروہ ہے جو کسی مشترکہ نصب العین کی خاطر وجود میں آیا ہو کسی معاشرے کے افراد میں مشترکہ فکری سوچ، وحدت عمل، ذہنی یکجہتی کا ہونا بڑا ضروری ہے اس قسم کے معاشرے میں جغرافیائی حد بندیوں کی بھی کوئی قید نہیں ہوتی۔اس طرح معاشرہ کثیر التعداد بنی نوع انسان کی وہ جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے اور ترقی، حصول مقصد اور فلاح و بقا کے لیے دوسروں سے سابقہ پڑتا ہے اور جس ماحول سے کسی فرد بشر کو ضرر نہیں، معاشرہ کہلاتا ہے۔

لوگ جہاں مل جل کر رہنے لگیں وہاں معاشرہ وجود میں آتا ہے یعنی افراد سے ہی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔(۱)

جرائم: (crimes)

جرائم جریمۃ کی جمع ہے جس کا معنی قصور، خلاف قانون حرکت اور قابل سزا فعل کے ہے۔

کسی عاقل بالغ شخص کا شعوری طور پر قانون کی خلاف ورزی کرنا جرم کہلاتا ہے.(۲)

موجودہ دور میں جرائم ایک عام معمول اور معاشرے کا جزولازم بن گیا ہے۔، وہ جرائم خواہ اخلاقی ہوں یا جنسی طور پر ہو یا لوٹ مار، قتل اور ڈکیتی سے متعلق ہو، یا علاقائی اور شہروں کی سطح پر ہو، یا ملکی اور بین الاقوامی جرائم ہوں،اس کی زد سے نہ انفرادی زندگی محفوظ ہے نہ اجتماعی،آج پورے عالم میں جرائم اور بداخلاقی کا تناسب بہت تیزی کے ساتھ بڑھ رہا ہے،آج ہمارے معاشرے میں جرائم کی کثرت کا جو عالم ہے، وہ کسی بیان اور وضاحت کا محتاج نہیں، ایسا لگتا ہے گویا پورا معاشرہ جرائم کی لپیٹ میں آنے لگا ہے،آج نامی گرامی دانشوروں اور مہذب تعلیم یافتہ سے لے کر ان پڑھ، گنوار آدمی تک ہر کوئی اپنے اپنے زاویے سے اس کے اصل محرکات واسباب پر اپنا اپنا اظہار خیال کر رہے ہیں، کوئی بے روزگاری وجہ قرار دیتا ہے کوئی کہتا ہے کہ حکومت کی ناقص پالیسیوں کے باعث معاشرہ جرائم کی زد میں ہے، کوئی سیکیورٹی کے صحیح انتظامات نہ ہونے کو اس کا اصل سبب گردانتا ہے۔

بہر حال ان ناگفتہ بہ حالات کے ظاہری اسباب کچھ بھی ہوں اور مذکورہ چیزیں بھی جزوی طور پر کثرت جرائم کے وقوع کے اسباب ضرور ہیں۔ لیکن کلی طور پر صرف ان ہی چیزوں کو جرائم کے لیے اصلی سبب کہنے سے شاید ہمارے تجزیے نامکمل رہ جائیں، کیونکہ اگر صرف یہی چیزیں جرائم میں اضافہ کا سبب ہوتیں تو پھر ان ممالک میں جرائم کا ارتکاب ہرگز نہ ہوتا، جہاں نہ بے روزگاری ہے نہ نظم وضبط کا کوئی تغیر ہے، جہاں مجرم

قانون کی گرفت سے نہیں بچ سکتا، اس کے باوجود بھی اگر وہاں جرائم کی سالانہ رپوٹ ملاحظہ کی جائے تو انسانیت کانپ اٹھتی ہے، حال ہی میں مغرب میں جرائم کی شرح کے بارے میں سالانہ رپوٹ شائع ہوئی ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ جرائم امریکہ ہی میں ہوتے ہیں۔

ہر معاشرے کا ایک دستور ہوتا ہے جس کے مطابق لوگ اپنی زندگیاں بسر کرتے ہیں۔ اپنے روزمرہ کے معاملات کو انہی اصولوں کے تحت انجام دیتے ہیں۔ اور اگر معاشرے میں قانون کی بالادستی قائم نہ رہے تو معاشرے میں عدل ناپید ہو جاتا ہے۔(۳) جرائم کا پھیلاؤ عام ہو جاتا ہے۔ عوام بدحالی اور ناانصافی کا شکار ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں میں احساس اور ذمہ داری کا خیال نہیں رہتا معاشرہ ذلت و رسوائی کی علامت بن جاتا ہے۔ بڑھتے ہوئے جرائم پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ آج بڑھتے ہوئے جرائم کے نوجوان نسل پر جس قدر اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ شرح خواندگی کا بہت کم اور ہماری عملی تربیت کا اسلامی طرز زندگی کے اصولوں کے عین مطابق نہ ہونا ہے۔ اسلام میں ملت کی بقاء کیلئے معاشرے کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور اس کیلئے اسلام نے قوانین بھی وضع کئے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر ہم مسلمان اپنی زندگیوں کو محفوظ بنا سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہم نے اسلام سے دوری اختیار کی۔ جس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں کہ جھوٹ، قتل و غارت، فریب اور چوری، رشوت خوری، سود اور شراب نوشی اور دوسروں کی حق تلفی جیسی برائیاں جنم لے چکی ہیں۔ اور افسوس صد افسوس کہ حکومت ان جرائم کی روک تھام کیلئے کوئی ٹھوس اقدامات عمل میں نہیں لا رہی۔ بڑھتی ہوئی قتل و غارت گری نے معاشرے میں خوف وہراس پھیلا رکھا ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنا کر رد عمل ظاہر کیا جاتا ہے جو ہنگامی صورتحال کو جنم دے رہی ہیں۔ آج اسلامی تعلیمات سے دوری نے ہمارے ذہنوں کو اس قدر مفلوج کر دیا ہے۔ کہ حلال حرام، سچ اور جھوٹ، کی تمیز نہیں رہی اور اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو کر دیگر جرائم میں ملوث ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرہ تباہی کی نظر ہو چکا ہے۔ کرپشن اور لوٹ مار نے معاشرے کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ ہر فرد زندگی کے آسائشوں کو ڈھونڈنے کیلئے کرپشن میں ملوث ہو رہا ہے۔ اسی طرح نشے جیسی بدترین برائی بھی معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔ بہت سے لوگ ذہنی سکون حاصل کرنے کیلئے نشہ کی لعنت میں مبتلا ہیں۔ جو کہ غیر اخلاقی جرم ہے اور معاشرے میں بگاڑ کا سبب بھی۔ دین اسلام سے دوری نے صحیح اور غلط میں پہچان ختم کر دی ہے۔ معاشرے میں تعلیم کا فقدان اور بہترین آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے واقعات جنم لے رہے ہیں۔ آج

ہم جس قدر معاشرتی برائیوں میں گھر کر انسانیت کی درجہ بندی سے گر گئے ہیں۔ ہمیں اپنی سوچ کو بدلنے کی اور عملاً اسلامی قوانین پر عمل پیرا ہو کر اسلام کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی ضرورت ہے، جس طرح ہر چیز کے پیدا ہونے کے جواز ہوتے ہیں اسی طرح جرائم کے پیدا ہونکے بہت سے اسباب ہیں، سب سے پہلے اسباب کا ذکر ہو گا اس کے بعد معاشرہ سے مجرمانہ سرگرمیوں کے تدارک کے بارے میں اصلاحی تجاویز پیش کی جائے گی ۔ ان اسباب میں سے چند چیدہ چیدہ اور بڑے بڑے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔ 1۔خوف خدا اور فکر آخرت کا فقدان۔ 2۔اتحاد و یکجہتی کا فقدان۔ 3۔ معاشرے کا غیر ذمہ دارانہ رویہ۔ 4۔ غربت۔ 5۔ ناانصافی۔ 6۔ بے روزگاری۔ 7۔ معاشرے میں شرح خواندگی کی کمی۔ 8۔ کمزور اور غیر منظم پولیس نظام 9۔ عدم برداشت۔

1۔خوف خدا اور فکر آخرت کا فقدان

آج ہمارا معاشرہ جن لاینحل مسائل و مصائب کے گرداب میں پھنسا ہوا ہے اسکی ایک بڑی وجہ خوف خدا سے غفلت اور فکر آخرت کو ترک کرنا ہے ہم نے اس ناپیدار دنیا کو مقصود و مطلوب بنایا ہے اور آخرت کی دائمی اور نہ ختم ہونے والی زندگی کو بھلایا ہے انہی اجتماعی گناہوں، غفلتوں اور کتاہیوں کا نتیجہ ہیں کہ آج پورا معاشرہ جرائم کی لپیٹ میں ہے اور نت نئے مسائل کا سامنا کر رہا ہے۔، اگر آج بھی لوگوں کے دل ودماغ میں یہ حقیقت راسخ کر دی جائے کہ زندگی صرف اس دنیا تک محدود نہیں بلکہ مرنے کے بعد ایک نہ ختم ہونے والی زندگی ہوگی، جس میں لوگوں کے حقیقی معنوں میں کامیابی اور ناکامی کا اعلان کیا جائے گا، تو صرف ایک چیز ہے جو انسانوں کو تنہائی میں بھی مجرمانہ سرگرمیوں سے باز رکھنے پر مجبور کر سکتی ہے بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کا دور جاہلیتا ور تاریک دور کہلاتا ہے جس میں انسانیت دم توڑ چکی تھی، اور انسان اپنی پہچان کو بیٹھا تھا، اہر طرف قتل وغارت گری وفساد کا بازار گرم تھا، انسانی جان کی کوئی قیمت نہ تھی، اس کی ابرو وعزت محفوظ نہ تھی، زنا روز کا معمول تھا، لیکن جب حضور ﷺ تشریف لائے، لوگوں کے دل ودماغ پر محنت کی تو پھر وہی جزیرہ جو جرائم کی آگ میں جل رہا تھا وہاں جرائم کا خاتمہ ہوا، اور امن ومحبت کی بہاروں اور رحمت خداوندی کے نزول کا مرکز ٹھہرا۔

حقیقت میں کرۂ ارض پر فساد و بگاڑ کا اہم سبب منعم حقیقی کی ناشکری و نافرمانی ہے، اس کے احکامات سے کھلی بغاوت نافرمانی ہے۔ ارشاد باری ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ(۴)

ترجمہ: ''خشکی اور تری میں انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فساد و بگاڑ پھیل رہا ہے اسلئے کہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھادے، ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُم (۵)

ترجمہ :اور جو کچھ مصیبتیں تمہیں پہنچتی ہیں وہ دراصل تمہارے اپنے ہاتھوں کے اعمال کا بدلہ ہے"

یقیناایمان اور اعمال صالحہ اس دنیا کو امن وآمان کا گہوارہ بناتے ہیں، انفرادی طور پر ایک انسان کی نیکی و پارسائی اور بحیثیت مجموعی پورے معاشرہ میں نیکی وپرہیزگاری، صلاح و تقویٰ کی پاسداری بہتر وپرامن معاشرہ کی ضمانت ہے۔ ایمان اور اعمال صالحہ سے قلب و روح کی دنیا بہار آفریں بن جاتی ہے اور جب ایسے انسان جس معاشرے میں بکثرت ہوتے ہیں تو وہاں اللہ کے گھر آباد ہوتے ہیں، سارے ماحول میں عبادات وریاضات اور احکام الٰہیہ کی پابندی کا نور جگمگانے لگتاہے، عدل وانصاف، رواداری، پیار ومحبت، امانت و دیانت، اخلاص و رضاجوئی کے انوار بکھرنے لگتے ہیں اور ان اعمال صالحہ کی خوش رنگی ایمانی کیفیات کو نور و سرور بخشتی ہے، اسکی وجہ سے معاشرہ سکینت وطمانیت، راحت ورحمت کا مظہر بنتاہے۔ اسکے برعکس کفر وشرک کی تاریکی اور اعمال بد کی گندگی بھی ایک ایسی بدنما حقیقت ہے جو اپنے اندر حد درجہ عفونت رکھتی ہے، جس کے تعفن کا ایمان و اعمال صالحہ پر کاربند نیک وصالح افراد تحمل نہیں کر سکتے۔ بندگانِ خدا کی حق تلفی، ظلم وزیادتی، نارواتعصب و دشمنی، قتل وغارت گری وخوں ریزی ان سب کا رشتہ بے دینی سے جڑا ہوا ہے، جسکا جتنا تعلق اللہ سے کٹے گا اتناہی اسکا تعلق ان بداعمالیوں سے جڑے گا، نتیجہ میں معاشرہ کا سکون درہم برہم ہوگا۔ امتحان کی کامیابی اس میں ہے کہ ایک انسان اس دنیامیں معرفتِ الٰہی کے نور سے اس حقیقت تک پہنچے، اس دنیامیں امن وسکون کا رازاِسی میں مضمر ہے اس وقت دنیامیں حقوق الٰہی میں بھی بڑی غفلت برتی جارہی ہے، توحید کے نور کے بجائے کفروشرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے چادر تانے ہوئے ہیں۔ بندگانِ خدا کے حقوق کو بڑی بےباکی سے تلف کیاجارہاہے۔ جس معاشرہ میں دنیاجہاں اور معاشرہ کو وجود بخشنے والی ذات کو نظرانداز کردیاجائے، سینہ تان کراسکے حقوق کی پامالی کی جائے اور مخلوق خداپر ظلم وستم ڈھاکراُن کو حقوق سے محروم کیاجائے ایسے معاشرہ میں امن وسکون کہاں سے آسکتاہے۔ اس وقت سارے عالم کا جائزہ لیاجائے تو یہ بات کھل کر سامنے

آتی ہے کہ حقوق اللہ بھی پامال ہو رہے ہیں اور حقوق العباد بھی، مساجد اور عبادتگاہوں کا احترام ختم ہوتا جارہا ہے اور اللہ کی کتاب قرآن کی تعلیمات کو مسخ کر کے پیش کیا جارہا ہے، غلط تاویلات کا سہارا لیکر انسانی جانوں سے کھیلا جارہا ہے، قتل وخون اور انسانی جانوں کا ضیاع وہ بھی اسلام کا سہارا لیکر کیا جارہا ہے، یہ جو کچھ تماشہ ہو رہا ہے وہ اپنوں کے ہاتھوں ہے، بذات خود وہ اِن اعمال بد کے مرتکب ہیں یا یہ کہ دشمنان اسلام کے آلۂ کار بن کر، یقیناً اس معمہ کا حل واضح ہونا چاہئے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام دشمن بلکہ انسان دشمن طاقتیں بڑے پیمانے پر سارے عالم میں فساد مچارہی ہیں، اگر گہری بصیرت کیساتھ جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس خیر امت نے ایمان اور اس کے تقاضوں سے پہلو تہی کی ہے، خود اپنی اور پورے معاشرے کی اصلاح جسکا فریضۂ منصبی تھا اس سے غافل ہوگئی ہے، نتیجہ یہ ہے کہ اِس وقت اسلامی سماج نام کو تو اسلامی ہے لیکن در حقیقت غیر اسلامی شعائر نے ڈیرا جمالیا ہوا ہے، جس سے اسلامی تہذیب وتمدن کو اپنے اعمال بد سے داغدار کر دیا ہے، مسلم معاشرہ میں خیر و بھلائی کے پھول مہکنے کے بجائے شر و برائی کی خاردار جھاڑیاں روح ایمان کو لہولہان کر رہی ہیں۔

اس آیت پاک میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے خشکی وتری میں فساد وبگاڑ پھیلنے کے اسباب بیان فرمادئے ہیں، خشکی و تری کے سارے خطے اس وقت امن وسکون سے محروم ہیں، اس مصیبت کا حل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خود انسانوں کے پاس ہے، انسان جس دن الٰہ واحد کے حقیقی معنی میں پرستار بن جائیں اور اسی کو اپنا ماٰویٰ و ملجاء مان کر اسکی پناہ میں آجائیں اُسی دن وہ رحمت الٰہی کے سائبان میں آجائیں گے، اور ان کی اپنی بداعمالیوں کی وجہسے آنے والے سارے خطرات ٹل جائیں گے، مصائب وآلام جو اللہ سبحانہ کی طرف سے بطور زجر وتوبیخ اور بطور سزا و تنبیہ نازل ہو رہے ہیں اور دشمنان اسلام کی شکل وصورت میں ظلم ڈھارہے ہیں ہر دو سے خلاصی ممکن ہے، بشرطیکہ کفر وشرک اور بداعمالیوں کی تاریکی کو امت مسلمہ اپنی جہد مسلسل سے توحید اور ایمان کی روشنی میں تبدیل کردے۔ خشکی وتری سے فساد وبگاڑ کو دور کرنے کا کا ایک راہستہ ہے کہ بندگانِ خدا اسکے بنائے ہوئے نظام عدل کو خود اپنی ذات پر اور معاشرہ میں رہنے بسنے والے سارے انسانوں پر لاگو کریں۔ الغرض اس دنیا کو مصائب وآلام سے چھٹکارہ دلانے اور اس کو گہوارۂ امن وسکون بنانے کی ایک ہی راہ ہے اور وہ ہے اسلام۔

2۔ اتحاد و یکجہتی کا فقدان

اتحاد و یکجہتی کمیابی بھی معاشرے میں جرائم کی پیداوار کا سبب ہے حالات کچھ اس نہج پر آگئے ہیں۔ کہ ہر فرد ذاتی مفادات کے حصول کیلئے کوشاں ہے،، ایک دوسرے کی خبر گیری نہیں، ہر شخص خود غرضی اور خود فریبی کے جنون میں مبتلا ہے۔ باہمی اعتماد کی کمی اور نظریاتی انتشار جرائم پیشہ عناصر کو جرائم کے لیے ماحول ساز گار کر دیا ہے۔۔ حالانکہ اسلام ہمیں باہمی اتحاد واتفاق کی تلقین کرتا ہے، اور ایک دوسرے کی ایذا رسانی سے منع کرتا ہے اس لئے اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (٦)

ترجمہ: "ایک دوسرے کی مدد نیکی اور تقوی میں کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو "

اسلام کے نزدیک لڑائی جھگڑا کرنے والے لوگ فساد کی جڑ ہوتے ہین اور انہیں کوئی بھی (خواہ اس کا تعلق کسی بھی معاشرے سے ہو) تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ اسی بناپر اللہ تعالی نے سورۃ الحجرات میں ارشاد فرمایا

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ (٧)

ترجمہ: "بے شک مسلمان (باہم) بھائی بھائی ہیں سواپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو"

خضور ﷺ کا فرمان ہے۔

عن أنس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «لا يؤمن أحدكم، حتى يحب لأخيه ما يحب لنفسه»(٨)

حضرت انسؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"کوئی شخص مومن (کامل) نہیں ہو سکتا تاآنکہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"

3۔ معاشرے کا غیر ذمہ دارانہ رویہ

ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ خود تو جرائم سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں مگر جو لوگ مجرمانہ زندگی کی خطرناک لہروں میں پھنسے ہوئے ہیں، ان کو اس برائی کے بھنور سے نکالنے اور بچانے کی فکر نہیں کرتے، یہ ایسی اجتماعی غلطی ہے جو عام ذہنوں میں رچ بس گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جرائم خواہ قتل وغارت، ڈکیتی اور اغواء کی صورت مین ہو یا لسانی فسادات اور مختلف قسم کی دہشت گردی کی صور میں ہو، روز بروز بڑھ رہے

ہیں لیکن ان کے سد باب کا اہتمام نہیں۔ جرم لوگوں کے سامنے ہوتا ہے۔ لیکن وہ اسکی روک تھام کیلئے رد عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے۔

حدثنا أبو نعيم، حدثنا زكرياء، قال: سمعت عامرا، يقول: سمعت النعمان بن بشير رضي الله عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: " مثل القائم على حدود الله والواقع فيها، كمثل قوم استهموا على سفينة، فأصاب بعضهم أعلاها وبعضهم أسفلها، فكان الذين في أسفلها إذا استقوا من الماء مروا على من فوقهم، فقالوا: لو أنا خرقنا في نصيبنا خرقا ولم نؤذ من فوقنا، فإن يتركوهم وما أرادوا هلكوا جميعا، وإن أخذوا على أيديهم نجوا، ونجوا جميعا " (۹)

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ حدود الہیہ میں سستی اور نرمی کرنے والوں اور حدود الہیہ کو توڑنے والوں کی مثال ایسی ہے کہ کچھ لوگ ایک کشتی میں بیٹھے ہوں اور کشتی کی نشستوں میں تعین کے لیے قرعہ ڈالا، چنانچہ ان میں سے کچھ لوگ کشتی کے بالائی منزل پر بیٹھے اور کچھ نیچے کی منزل میں تھے، وہ پانی لینے کے لیے اوپر والی منزل میں جاتے تھے، جس کی وجہ سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی تھی، پس نیچے کی منزل والے نے کلہاڑا لے کر کشتی کے نیچے حصہ میں سوراخ کرنا شروع کر دیا ،اس نے جواب دیا کہ میرے آنے جانے سے آپ حضرات کو تکلیف ہوتی ہے اور ہمیں بہر حال پانی کی ضروت ہے ،اس لیے میں نے سوچا کہ کشتی کے نیچے سے سوراخ کر لوں تاکہ یہاں سے پانی لے لیا کروں، اب اگر یہ لوگ اس سوراخ کرنے والے کا ہاتھ پکڑ لیں اور اسے سوراخ کرنے سے باز رکھیں تو اس کو بچالیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے اور اگر اس کو اس حال پر چھوڑ دیا تو یقیناً اس کو بھی ڈبو دیں گے اور خود بھی ڈوب جائیں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں سمجھایا گیا کہ پورا معاشرہ ایک ہی کشتی میں سوار ہے جب یہ کشتی جرائم اور گناہوں کے سوراخوں کی وجہ سے ڈوبے گی تو صرف گناہ گار ہی غرق نہیں ہوں گے بلکہ یہ کشتی نیک و بد سب کو لے کر ڈوبے گی۔

عن قيس بن أبي حازم، عن أبي بكر الصديق أنه قال: أيها الناس، إنكم تقرءون هذه الآية: { يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ } (۹)

وإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: «إن الناس إذا رأوا الظالم فلم يأخذوا على يديه أوشك أن يعمهم الله بعقاب منه»(۱۱)

حضرت قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق نے ارشاد فرمایا اس میں اللہ تعالی کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا لوگو! تم یہ آیت:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (۱۲)

(ایمان والوں تم اپنے نفس کو لازم پکڑو تم کو نقصان نہیں دے گا وہ شخص جو گمراہ ہو جائے جبکہ تم ہدایت پر ہو)پڑھتے ہو، تم اس آیت کا مفہوم غلط لیتے ہو کہ ہم پر دوسروں کو گناہوں سے روکنا ضروری نہیں، سب اپنی فکر کرنی چاہیے، حالانکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ لوگ جب ظالم کو ظلم کرتے دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالی ان سب کو عذاب عام میں مبتلا کر دیں۔ اسی طرح ابوداؤد کی روایت ہے۔

عن عبد الله بن مسعود، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إن أول ما دخل النقص على بني إسرائيل، كان الرجل يلقى الرجل، فيقول: يا هذا، اتق الله ودع ما تصنع، فإنه لا يحل لك، ثم يلقاه من الغد، فلا يمنعه ذل ك أن يكون أكيله وشريبه وقعيده، فلما فعلوا ذلك ضرب الله قلوب بعضهم ببعض "، ثم قال: {لعن الذين كفروا من بني إسرائيل [ص:122] على لسان داود وعيسى ابن مريم} إلى قوله {فاسقون} [المائدة: 81] ، ثم قال: «كلا والله لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنكر، ولتأخذن على يدي الظالم، ولتأطرنه على الحق أطرا، ولتقصرنه على الحق قصرا»(۱۳)

ترجمہ: رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بنی اسرائیل جرائم اور گناہوں میں مبتلا ہوئے تو ان کے علماء نے ان کو روکا، تاہم وہ باز نہ آئے، تب بھی ان کے علماء نے ان مجرموں کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا جاری رکھا ،پس اللہ تعالی نے سب کے دلوں کو ایک دوسرے کے مشابہ کر دیا اور حضرت داؤد اور حضرت عیسی کی زبان سے ان پر لعنت فرمائی کیونکہ وہ بنی اسرائیل نافرمان تھے اور حد سے نکل جاتے تھے۔

حضور ﷺ نے جب یہ بات ارشاد فرمائی، اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم معذور قرار نہیں دیئے جاسکتے اور نہ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکتے، یہاں تک کہ تم ان گناہ گاروں کو حق پر مجبور کرو۔

ان آیات مبارکہ اوراحادیث مقدسہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عذاب الٰہی سے بچنے کے لیے صرف خود نیک ہوناضروری نہیں ہے۔ بلکہ اپنی طاقت اور قدرت کے مطابق جرائم پیشہ افراد کو جرائم سے باز رکھنا، ان کا ہاتھ روکنا، انہیں قبول حق پر مجبور کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ جرائم پیشہ افراد کا بغیر روک ٹوک کے کھلم کھلا جرم کرنا پورے معاشرے کا یہ اجتماعی جرم ہے جس پر اجتماعی عذاب و وبال نازل ہوتا ہے۔ آج ہم سب اس اجتماعی جرم کے مرتکب ہے

4۔ غربت

جرائم کے وجوہات میں کچھ حد تک غربت کا بھی دخل ہے جب لوگوں کو جائز طریقے سے ضروریات زندگی پورا کرنے میں دشواری کا سامنا کرناپڑتاہو تو ایسی حالت میں لوگ عملی زندگیمیں پنھپنے کیلئے جرائم سے وابستہ ہو جاتے ہیں، احساس کمتری اور احساس شکست توان جرائم کی طرف دھکیل دیتے ہیں۔

جیساکہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " كاد الفقر أن يكون كفرا، وكاد الحسد أن يغلب القدر " (١٤)

"حضرت انسؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی کبھار آدمی غربت کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اور کبھی کبھار حسد تقدیر پر غالب ہو جاتا ہے"

5۔ ناانصافی

عدل اور انصاف بہترین معاشرے کے لیئے نہایت ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک ریاست کے قاضی یا جج کو عدل واحسان کرنے اور صحیح فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ (١٥)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ (١٦)

ترجمہ: اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

جس معاشرے سے عدل اور انصاف اٹھ جائے اس معاشرے میں طرح طرح کی برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن میں سے سب سے خطرناک برائی جرائم ہے جو کہ معاشرے کے لیئے سم قاتل ثابت ہوتی ہے، اگر ہم آس پاس اپنے ملک و معاشرے میں) نظر دوڑائیں تو بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمارے ملک میں عدل و انصاف اور قانون کی بالادستی کا شدید فقدان ہے، جب کوئی معاشرہ کسی کو انصاف فراہم نہ کر سکے تو ظلم سے متاثر شخص انتقام کی آگ میں جلنے لگتا ہے اور پھر وہ حصولِ انصاف کے لیئے خود میدان میں نکل آتا ہے اور انتقامی کاروائی کے بعد وہ سزا کے خوف سے معاشرے میں واپس نہیں آتا اور جرائم کی تاریک دنیا میں پناہ لیتا اور وہاں مفاد پرست لوگ پناہ دینے کے بہانے اسکو اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں اور انفرادی جرم کی ابتداء کر بیٹھتا ہے لیکن بات یہی ختم نہیں ہوتی بلکہ رفتہ رفتہ اسکے ساتھ مزید لوگ ملتے جاتے ہیں اور ایک گروہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور یوں اجتماعی جرائم کا ایک نیا باب وجود میں آجاتا ہے۔ اسی طرح ایک عام شخص گروہ در گروہ میں تبدیل ہو کر معاشرے کے لیئے ایک ناسور کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور پھر معاشرہ جو کہ خود اس ناسور کا ذمہ دار ہے اسکو ختم کرنے کے لیئے اپنی توانائیاں صرف کرنے لگتا ہے اور حکومت کی تمام تر توجہ اور وسائل ان جرائم پیشہ عناصر اور اسکی کارروائیوں کو روکنے میں صرف ہونے لگتے ہیں۔

معاشرے سے ناانصافی، رشوت اور ظلم کا خاتمہ ہی ایسی تلوار ہے جو کہ جرائم کی شرح کو بہت نیچے لا سکتی ہے، اور اس کے لیئے حکومت کو مخلص ہو کر متعلقہ اداروں سے کام لینے کی بے حد ضرورت ہے۔ جس معاشرے میں جرائم کی سطح آخری حد کو چھو رہی ہو وہاں کبھی معاشی خوشحالی نہیں آسکتی اور نہ ہی وہ معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

6۔بے روزگاری

مملکت خداداد پاکستان میں مستقل روزگار والے کم ہیں، اچھے پڑھے لکھے طبقے کو بھی ملازمت حاصل کرنا دشوار بن گیا ہے، بے روزگاری سے تنگ آکر لوگوں میں لاقانونیت کا رجحان پیدا ہوتا ہے۔ بے روزگاری اکثر وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم سے ہی وجود میں آتی ہے سو بھوک اور بے روزگاری کی چکی میں پسنے والے لوگ اکثر جرائم کی طرف چل نکلتے ہیں، ضروری نہیں کہ وہ بندوق اٹھالیں، جعلسازی، اسمگلینگ، منشیات فروشی

اور ایسے دیگر جرائم سے وابستہ لاکھوں لوگوں کی نوے فیصد سے بھی زیادہ تعداد بے روزگاری سے تنگ آکر اسطرف چلی آئی ہے اور پھر اس دلدل میں ایسی دھنسی ہیکہ نکلنا دوبھر ہو گیا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ہر آدمی کو سرکاری نوکری دیناہی حکومت کی ذمہ داری ہے بلکہ حکومت کی ذمہ داری ہیکہ وہ روزگار کے صاف شفاف اور رشوت سے پاک مواقع اور سازگار ماحول پیدا کرے اس مقصد کیلئے مختلف صنعتوں اور تجارتوں کو فروغ دے، کارخانے جات اور فیکٹریاں قائم کرے، قرض جو کہ بینکوں کے ذریعے دیئے جاتے ہیں (روزگار کے لیئے) ان کی ترسیل عام ضرورت مند لوگوں تک انصاف کی بنیاد پر یقینی بنائے۔ مفاد پرست پالیسی میکرز جو کہ لمبی اور مشکل پالیسیاں بنا کر مخصوص لوگوں کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں ان پر کڑی نظر رکھے اور ان عہدوں پر مخلص اور اہل لوگوں کو تعینات کرے اور بینکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں کو رشوت اور سفارش کی لعنت سے پاک کرے اور ان بدعنوانیوں میں ملوث لوگوں کو کڑی سزا دیکر عبرت کا نشان بنائے جائے۔

7۔ معاشرے میں شرح خواندگی کی کمی

تعلیم کسی معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی کا درجہ رکھتی ہے اور تعلیم کا فقدان کسی معاشرے میں برائیوں اور دقیانوسی روایات کا موجد ہوتا ہے۔ جرائم کی پیداوار میں ایک سبب تعلیم کا فقدان یعنی شرح خواندگی کی کمی بھی ہے، اکثر جاہل افراد جرائم کی سماجی، اخلاقی اور مذہبی قباحت سے ناواقفیت کے سبب بہت سے جرائم کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

پرائمری تعلیم ایک بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے لیکن اسکی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دیا گیا ہے جسکی وجہ سے تعلیم کی عمارت کمزور رہی ہے۔ ہمارے معاشرے میں تعلیم کو صرف پڑھنے لکھنے کا ہنر گردانا جاتا ہے جو کہ ایک غلط اور خطرناک سوچ ہے تعلیم میں جب تک تحقیق کو ایک خاص مقام نہ دیا جائے تعلیم فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔

8۔ کمزور اور غیر منظم پولیس نظام (قانونی گرفت کا فقدان)

محکمہ پولیس جو کہ بہت سے یونٹس پر مشتمل ہے، معاشرے میں امن امان کا ذمہ دار ہے، لیکن ہماری پولیس کو جرائم کی روک تھام سے زیادہ برسرِ اقتدار حکومتوں نے ہمیشہ سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیئے استعمال کیا ہے، جس محکمہ کے سپاہی کے خوف سے کبھی بڑے بڑے عہدیدار اور معاشرے کے سربرآوردہ افراد کانپتے تھے آج ہماری حکومتوں کی غلط روش کے سبب اور محکمہ میں بے جا سیاسی مداخلت کی وجہ اس محکمے کے اعلیٰ

افسران وڈیروں اور چوہدریوں کے سامنے ہاتھ باندھے گڑگڑا کر پٹی (بیلٹ) بچاتے نظر آتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہیکہ وہ سرکار کے نہیں بلکہ ان لوگوں کے ذاتی ملازم ہیں ۔

حکومت کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افراد کی جسمانی تربیت کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ ذہنی تربیت کا انتظام کرنا چاہئیے تاکہ انکی مینٹلی اپروچ امپروو ہوسکے اور وہ اس جدید دور میں جرائم کے جدید طریقوں سے بہتر طور پر نپٹ سکیں۔اقوام متحدہ کے ذریعے یا اپنے طور پر پاکستان پولیس کے چھوٹے اہلکاروں (جن میں سپاہی بھی شامل ہوں) ایک منصفانہ چناؤ کے ذریعے دماغی اور تفتیشی تربیت تجربہ دیا جائے۔اور دوسرے ملکوں جن میں بہترین تربیتی مراکز ہیں ان میں کچھ لوگوں کو ٹریننگ دیا جائے تاکہ وہ اپنی ملک کی پولیس ادارے کی تربیت کریں ۔

درجہ بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ قانون نافذ کرنے والی اداروں اور حکومت کی غلط حکمت عملیوں کی وجہ سے جرائم میں بے تحاشہ اضافہ ہو رہا ہے اور جزاو سزا کے عمل کے نا ہونے یا نہایت سست ہونے کی وجہ سے لوگ جوک درجوک مختلف قسم کے گھناؤنے جرائم سے وابستہ ہو رہے جو کے بعد میں بڑے ملزم بن کر بڑے دہشتگردوں یا ان کے حواریوں میں تبدیل ہو رہے ہیں۔ لہٰذا حکومت کو چاہئیے کہ وہ امن وامان قائم کرنے اور ظلم و ناانصافی کو مٹانے کے لیئے فوری اور مضبوط اقدامات کرے تو انشاء اللہ یہی اقدامات امن اور ملک کی بقاو سلامتی کے لیئے نئی روح اور طاقت کا سبب بنیں گے۔

جرائم کے اسباب میں ایک ظاہری سبب قانونی گرفت کا فقدان بھی، خوف خدا نہ ہو تو بعض لوگ قانون کی خوف سے جرائم سے بچتے ہیں۔ قانون جتنا سخت اور غیر لچک دار ہو تو لوگ جرم سے اتنا زیادہ بچیں گے، اگر قانون نرم اور لچکدار ہو تو مجرم جرم کے ارتکاب سے نہیں گھرائے گا، مملکت خداداد میں مختلف وجوہات کی بناء پر قانون کی گرفت ڈھیلی اور غیر مؤثر ہے یہی وجہ ہے کہ آج تقریباً ہر فرد کی طبیعت میں بدمعاشی اور قانون شکنی اور خود انتظامی کا تصور پایا جاتا ہے، لوگوں کے دل ودماغ میں یہ بات موجود ہے کہ حکومت وعدالت کے پاس انصاف نہیں، جس کی وجہ سے جرائم کی شرح بڑھ گئی ہے.

9۔عدم برداشت

جرائم کے اسباب میں کچھ حد عدم برداشت کا بھی عمل دخل ہے، جب کسی شخص کے مزاج اور طبیعت کے خلاف کوئی کام ہو جائے، اور کسی سے کوئی تکلیف پہنچ جائے۔ تو وہ قوت برداشت کی کمیابی کی وجہ سے اس کا

انتقام لینے کے درپے ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ہمیں تحمل اور برداشت سے کام لینا چاہیئے کیونکہ تحمل کی تعریف یہی ہے کہ کسی نہ گوار بات کو انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے بھی برداشت کیا جائے۔ اور کسی طرح کا بغض اپنے دل میں نہ رکھا جائے۔ کیونکہ اسلام ہمیں ایسے موقع پر برداشت، تحمل اور بردباری کا درس دیتا ہے(۱۷)

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (۱۸)

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کا قصور معاف کر دیتے ہین، اور اللہ تعالی احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

لوگوں کی خطاؤں اور غلطیوں کو معاف کر دینا اخلاق میں ایک بڑا درجہ رکھتا ہے، اور اس کا ثواب آخرت نہایت اعلی ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

عن أبي بن كعب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من سره أن يشرف له البنيان، وترفع له الدرجات فليعف عمن ظلمه، وليعط من حرمه، وليصل من قطعه»(۱۹)

ترجمہ: جو شخص یہ چاہے کہ اس کے محلات جنت میں اونچے ہوں اور اس کے درجات بلند ہوں اس کو چاہیئے کہ جس نے اس پر ظلم کیا ہو اس کو معاف کر دے اور جس نے اسکو کبھی کچھ نہ دیا ہو اس کو بخشش و ہدیہ دیا کرے، اور جس نے اس سے ترک تعلقات کیا ہو یہ اس سے ملنے میں پرہیز نہ کرے"

عن عقبة بن عامر، قال: لقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال لي: " يا عقبة بن عامر، صل من قطعك، وأعط من حرمك، واعف عمن ظلمك "(۲۰)

ترجمہ: عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا اے عقبہ بن عامر، جو شخص آپ سے قطع تعلق کرے آپ ان سے ملیں، اور جو تجھے محروم کرے اسے دے دیں، اور جو آپ پر ظلم کرے آپ ان کو معاف کرے۔

جرائم کے اثرات

معاشرے میں مثبت اقدامات اور رویوں کا مثبت اثر ہوتا ہے، لیکن یہ اقدام اگر جرائم کی صورت میں منفی نوعیت اختیار کر لیں تو اس کے اثرات بھی یقینا منفی نوعیت کے ہی ہوں گے، معاشرے میں جرائم کی زیادتی ہو، اور ان کے سد باب کے لیے سنجیدگی سے توجہ نہ دی جائے اور ایسے مسائل کے حل کے لیے ٹھوس اقدامات نہ کیے جائیں تو معاشرے میں جرائم پھیل جاتے ہیں، مثلا معاشرتی بگاڑ، اخلاقی اقدار کی پائمالی

، بدامنی، معاشرتی تصادم کی زیادتی، اجتماعی ترقی میں رکاوٹ، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں گھٹن کا احساس، فتنہ اور فساد کا برپا ہونا وغیرہ

جرائم کی تدارک یعنی روک تھام اور اصلاحی تجاویز

تاریخ انسانی اس بات کی گواہ ہے کہ اب تک کسی عہد میں بھی معاشرے میں جرائم پیشہ افراد کو یکسر ختم نہیں کیا سکتا اور مجرمانہ سرگرمیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینکا نہیں جا سکتا، تاہم وقتی طور اجتماعی سطح پر ایسے اقدامات کیے جا سکتے ہیں، جن کی وجہ سے مجرمانہ سرگرمیوں کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے، اور ایک خوشگوار اور پرامن ماحول و فضا کو بحال کیا جا سکتا ہے جرائم کی روک تھام کے سلسلے میں مختلف تدابیر اور اصلاحی تجاویز کی تفصیل ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

1۔ خوف خدا اور فکر آخرت کی تعلیم دینا

اسلامی معاشرہ انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت بھی کرتا ہے اور افراد کو محبت و شفقت، اتحاد و تعاون، اخوت، خدمت خلق، فرمانبرداری، ایثار اور قربانی جیسی صفاتوں کو اپنانے اور حسد، نفرت، خودغرضی، تعصب وغیرہ جیسی برائیوں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ معاشرے سے جرائم کے رجحانات میں کمی کے لیے ہمیں سب سے پہلے لوگوں کے دل و دماغ میں خوف خدا اور آخرت کی فکر پیدا کرنا ہوگی، اس سلسلہ میں ائمہ کرام پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ مساجد میں منبر و محراب پر بیٹھ کر بچوں اور نوجوانوں کے ذہنوں تک اسلام کے زریں اصول پہنچائے، اور مختلف جرائم کے نقصانات سے مذہبی اصولوں کی روشنی میں لوگوں کو آگاہ کرتے رہے، ان کے دلوں میں خوف خدا و آخرت پیدا کرے، تاکہ ارتکاب جرم کے وقت ان باتوں کے تصور سے خوف زدہ ہوں، اور جرائم سے بچنے میں مدد ملے۔

2۔ معاشرتی و ثقافتی اقدار

جرائم کو کنٹرول کرنے میں معاشرتی اور ثقافتی اقدار بھی اہمیت رکھتے ہیں، جب تک معاشرے میں عملی طور پر برائی کے خلاف سخت رد عمل نہیں ہوگا، اس وقت تک جرائم کی جڑیں مضبوط رہیں گی، معاشرے میں اعلی اقدار اور اچھے اخلاق کے زریعے منفی اور غیر ذمہ دارانہ رویوں کی حوصلہ شکنی کی جاسکتی ہے۔

3۔ معاشرتی تبدیلیوں کو مد نظر رکھنا

تہذیب و تمدن کی ترقی کی وجہ سے مجرمانہ سرگرمیوں کی تکنیک میں جو ترقی ہوئی اور عادی جرائم پیشہ افراد ارتکاب جرم کے وقت جو نت نئے طریقے اپنا رہے ہیں، تو سب سے پہلے ان تبدیلیوں کے اسباب پر غور کرنا ضروری ہے، اگر معاشرے سے مجرمانہ سرگرمیوں کا خاتمہ کرنا ہے تو سب سے پہلے مجرمانہ سرگرمیوں کے محرکات معاشرے کے اندر ہی تلاش اور پھر اسکا قلع قمع کرنا ضروری ہے، کیونکہ جرائم پیشہ عناصر اسی معاشرے کے افراد اور اجزاء ہیں، معاشرے کا حال یہ ہے کہ آج اس شخص جس میں مجرمانہ صلاحتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں، اور جو جرم کے بعد بچ نکلتا ہے معاشرے کا کامیاب فرد سمجھا جا رہا ہے، اس طرز عمل بلکہ اجتماعی قومی بے حسی نے مجرمانہ سرگرمیوں کے فرع میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ اس سوچ اور اجتماعی غلطی کی حوصلہ شکنی بدعنوانی اور مجرمانہ سرگرمیوں کے خاتمہ کیلئے ازحد ضروری ہے۔

4۔ تعلیمی اداروں کا قیام

اللہ تعالی نے ہر شخص کو تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی رعایا اور ماتحت کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے۔ اور اس کے لئے تعلیمی ماحول پیدا کرے۔ تاکہ ہر شہری تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے

اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ (3) الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (٢١)

ترجمہ: "پڑھئے اور تمہارا رب کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا"

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (٢٢)

ترجمہ: "کہہ دیجیے کہ علم والے اور بے علم کہیں برابر ہوتے ہیں"

حضور ﷺ نے فرمایا:

عن أنس بن مالك، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع»(٢٣)

ترجمہ: "جو کوئی علم کی طلب میں گھر سے نکلا تو وہ اللہ کے راستے میں ہے جب تک واپس نہ لوٹے"

مجرمانہ ذھنیت کے خاتمے اور جرائم کی بیخ کنی کیلئے ضروری ہے کہ معاشرے کا ہر فرد تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو اس کیلئے تعلیمی ادارے قائم ہونے چاہیئے، اور بالخصوص پرائمری سطح پر تعلیم کو خصوصی توجہ دیا

جائے۔ میٹرک تک کم از کم مفت تعلیم کا انتظام ہونا چاہیئے، تاکہ وہ بچے جو تعلیمی اداروں میں غربت کے سبب تعلیم حاصل نہیں کر سکتے، ان کا معقول انتظام ہو، دوسری یہ کہ چھٹی جماعت سے جرمیات کے بارے میں مختلف کتب لازمی طور پر نصاب میں شامل کیے جائیں، تاکہ ابتدائی عمر سے بچہ جرائم کے مضر اثرات سے آگاہ ہو۔

5۔بے روزگاری کا خاتمہ

ملک سے بے روزگاری کے مسئلے کو دور کیا جائے، صنعتوں کو فروغ دیا جائے، بے روزگاری سے تنگ آکر انسان ہر قسم جرائم کا ارتکاب جائز اور اپنا حق سمجھتا ہے، معاشرے سے جرائم کے خاتمے کے لیے بے روزگاری کا خاتمہ انتہائی ضرری ہے۔

6۔جیلوں کے نظام پر خصوصی توجہ

تدارک جرائم اور معاشرہ سے بدامنی کو دور کرنے میں سزا کی ضرورت مسلم ہے، جس کے لئے مجرم کو جیلوں میں قید کرنے کا نظام وضع کیا گیا ہے، لیکن اگر موجودہ تناظر میں دیکھا جائے تو مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ آج کل اس سزا سے کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہو رہا ہے، بلکہ مجرم جیل کاٹنے کے بعد جرائم کا خوگر بن جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جیل خانوں میں سنگین جرم کرنے والے عادی مجرمان اور پہلی مرتبہ معمولی جرم کرنے والے مجرموں کو ایک ہی جگہ میں رکھا جاتا ہے، ان سب قسم کے لوگوں کو ایک ماحول میں رکھنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جرم کے جراثیم پھیل جاتے ہیں، عادی مجرم جیل کی چار دیواری میں رہتے ہوئے اپنا آلہ کار بنالیتے ہیں، اور یوں جیلوں کا اصل مقصود (جرائم سے باز رکھنا) فوت ہو جاتا ہے، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ارباب حکومت جیلوں کے نظام پر توجہ دے کر اسے بہتر کرے، جیلوں کے اندر اسلامی اور اخلاقی تعلیم کا معقول بندوبست کیا جائے، عام جرائم کے مرتکب قیدی کو عادی سنگین جرائم کے قیدیوں سے الگ رکھا جائے تاکہ وہ ان کے اثرات سے محفوظ رہے۔

7۔مجرم کے تعین کی ضرورت

جرائم کی روک تھام میں مجرم کی تعین بھی بہت ضروری ہے، ہمارے ہاں تو یہی ہوتا ہے کہ پولیس کے ناقص تفتیش کی وجہ سے اصل ملزم بچ جاتا ہے جس کی وجہ سے اسے مزید حوصلہ مل جاتا ہے اور پھر وہ باقاعدگی کے ساتھ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ پولیس کی تفتیش معیاری ہو تاکہ اصل ملزم

ہی قانون کے کٹہرے میں لایا جاسکے۔اور اصل مجرم کا تعین ہو جائے۔اور اسی سبب مزید جرم پیشہ عناصر کے لیے عبرت ہو۔

حواشی وحوالہ جات

١ چیئرمین جسٹس ایس اے رحمان ،اردو جامع انسائیکلوپیڈیا ،ج۲،ص ۱۵۸۲، شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی/فیروز سنز،اردو انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۳۳۲، لاہور، ۲۰۰۵ء۔

۲ چیئرمین جسٹس ایس اے رحمان،اردو جامع انسائیکلوپیڈیا،ج ۲، ص ۴۶۲، شیخ غلام علی اینڈ سنز، کراچی/ فیروزالدین، فیروزاللغات اردو، ص۴۵٦، فیروز سنز لاہور۔

۳ میاں ،انعام الحق، عمر اسعد، MAJOR ACTS(میجر ایکٹس)، منصور بک ہاؤس ۲ کچہری روڈ، لاہور، ۲۰۱۵ء۔

۴ القرآن، الروم ۳۰:۴۱

۵ القرآن، الشوری ۴۲:۳۰

٦ القرآن، المائدۃ ۵:۲

۷ القرآن، الحجرات ۴۹:۱۰

۸ البخاری (م ۲۵٦ھ)، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، ج۱، ص ۱۲ رقم الحدیث ۱۳، دار طوق النجاۃ ۱۴۲۲ھ۔

۹ البخاری (م۲۵٦ھ)، محمد بن اسماعیل ، صحیح البخاری ،کتاب الشرکۃ، باب ھل یقرع فی قسمۃ والاستھام فیہ، ج۳، ص۱۳۹، رقم الحدیث ۲۴۹۳، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ۔

۱۰ القرآن، سورۃ المائدۃ ۵:۱۰۵

۱۱ الترمذی (م۲۷۹ھ)، محمد بن عیسی ، سنن الترمذی ،ج۴، ص ۴٦۷، رقم الحدیث ۲۱٦۸، ابواب الفتن، باب ماجاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی۔ مصر۔

۱۲ القرآن، سورۃ المائدۃ ۵: ۱۰۵

۱۳ ابوداود(م۲۷۵ھ) ،سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد ، کتاب الملاحی ،باب الامر والنھي، ج۴، ص۱۲۱، رقم الحدیث ۴۳۲۶، مکتبۃ رحمانیۃ لاہور۔

۱۴ البیھقی(م۴۵۸ھ)، ابو بکر احمد بن الحسین ،شعب الایمان ،ج۹، ص۱۲، رقم الحدیث ۶۱۸۸، مکتبہ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض، ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۳م۔

۱۵ القرآن، النحل ۱۶: ۹۰

۱۶ القرآن، النساء ۴: ۵۸

۱۷ معاویہ، محمد ھارون ،اصلاح معاشرہ کے رھنما اصول ،اصول نمبر ۲۱، ص ۵۰۲، دار الاشاعت اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان، ۲۰۰۶ء

۱۸ القرآن، المائدۃ ۵: ۷۸

۱۹ الطبرانی(م۳۶۰ھ)، ابو اقاسم سلیمان بن احمد، مکارم الاخلاق للطبرانی، باب فضل العفو عن الناس، ج۱، ص ۳۳۲، رقم الحدیث ۵۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۹م۔

۲۰ الشیبانی(م۲۴۱ھ)، ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، ج۲۸، ص ۶۵۴،، رقم الحدیث ۱۷۴۵۲، مؤسسہ الرسالۃ الأرنؤوط، عادل مرشد، ۱۴۲۰ھ، ۲۰۰۱م۔

۲۱ القرآن، العلق ۹۶: ۳، ۴

۲۲ القرآن، الزمر ۳۹: ۹

۲۳ الترمذی (م۲۷۵ھ)، محمد بن عیسی ،جامع الترمذی ،باب ابواب العلم ،باب فضل طلب ۔ج۵، ص۲۹، رقم الحدیث ۲۶۴۷، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبي – مصر، ۱۳۹۵ھ۔۱۹۷۵ء۔